ڈاکٹر سائرہ ارشاد ❁
پروفیسر نگہت لطیف ❁❁

# نثرِ مرصع کا اختصاصی پہلو؛ مطالعاتِ ''غبارِ خاطر''

**Specific aspect of Prose Studies of *Ghubar-e-Khatir***

By *Dr. Saira Irshad, Lecturer, Department of Urdu, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur.*
*Prof. Nighat Lateef, Asst. Prof., Department of Urdu, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur.*

**ABSTRACT**

Maulana Abul Kalam Azad's book *Ghubar-e- Khatir* consists mainly of the letters in which he wrote "Habib-ur-Rehman Khan Sherwani" in order to express his feelings and emotions during his captivity. These letters can be divided into two parts. The first type of correspondence deals with the routines of daily life and the surrounding environment in detail, while the second type of correspondence includes scientific and literary discussions and philosophical colors. Several editions of this book have been published so far, from which the popularity of these letters can be gauged. The letters are usually short but most of the letters of Maulana Abul Kalam Azad are unique in the sense that unlike other literary works they No single genre of speech can be named; its position and status cannot be determined by comparing *Ghubar-e- Khatir* with any particular genre of literature. Thematically and technically, it can be considered as a unique book of its kind in all genres of speech.

**Keywords:** Abul Kalam Azad, Prose, Ghubar-i-Khater, Ajaibat-i-Rozgar, Maktoob Aliya, Ananiyati Adab, Diversity.

---

❁ لیکچرر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونی ورسٹی، بہاول پور۔
❁❁ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونی ورسٹی، بہاول پور۔

یوں تو اردو ادب کی روایت میں آزاد نام کے کئی ادیب اور قلم کار موجود ہیں، تاہم جو وقار اور شہرت مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا ابوالکلام آزاد کو نصیب ہے، وہ کسی اور کے حصے میں نہیں۔ دیکھا جائے تو ہر دو مذکورہ شخصیات کے قلمی کارناموں کی فہرست منفرد ہی نہیں بلکہ ہمہ جہت اور تنوع کی حامل ہے، تاہم ادب میں دونوں کو شہرت کی بلندیاں بخشنے والی ان کی نثر ہے؛ سب نے منفرد، یکتا اور طلسماتی اسلوب کی حامل نثر۔ ذیل میں مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر کا جائزہ ان کی تصنیف ''غبارِ خاطر'' کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جائے گا، جس میں آزاد اپنے بے مثل اسلوب کے موجد بھی نظر آتے ہیں اور خاتم بھی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا اصل نام احمد، لقب محی الدین اور تخلص آزاد تھا۔ وہ اگست ۱۸۸۸ء بمطابق ذوالحجہ ۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ایسے مذہبی گھرانے میں ہوئی جہاں علم اور طریقت کا سلسلہ نسل در نسل چلا آ رہا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت میں والدہ کا اہم کردار ہے۔ نیکی، شرافت اور نفاست جیسی خصوصیات ان کی بدولت مولانا میں پیدا ہوئیں۔

مولانا آزاد عالم دین، فلسفی، مفکر، صحافی، ادیب، انشا پرداز، خطیب اور ماہرِ تعلیم کی حیثیت سے نمایاں پہچان رکھتے تھے جب کہ انھوں نے آزادی کی جدوجہد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مولانا ابوالکلام میں بچپن سے ہی مطالعہ کتب کا ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ ذہانت اور حیرت انگیز حافظے کی وجہ سے مولانا شبلی نے ان کے ذہن کو ''عجائباتِ روزگار'' میں شمار کیا تھا۔ بقول آزاد:

> اس وقت کے اساتذہ اور واقف کاروں سے لے کر اور بعد کی وسیع واقفیت اور ملاقاتوں اور مجامع کی شرکت تک ہمیشہ لوگوں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اس پر شک کیا کہ میری عمر اتنی ہی ہے جتنی میں بیان کرتا ہوں۔[1]

اپنے دور میں آزاد نے اہم اخبارات و رسائل (''مخزن''، ''احسن الاخبار''، ''تحفہ احمدیہ''، ''لسان و صدق''، ''الندوہ''، ''وکیل'') میں مضامین لکھ کر نہ صرف اپنے افکار و خیالات کا بھرپور اظہار کیا بلکہ ''الہلال'' و ''البلاغ'' کے نام سے ہفت روزہ جاری کیا۔ ان کی اہم تصانیف میں ''حیاتِ سرمد''، ''تذکرہ''، ''ترجمان القرآن'' اور ''غبارِ خاطر'' اہمیت کی حامل ہیں۔ انھوں نے بحیثیت شاعر بھی خود کو منوایا، اس دور کے اہم ادبی رسائل میں آزاد کی غزلیں شائع ہوتی رہیں جب کہ اس شوق کی تکمیل کے لیے ''نیرنگِ عالم'' اور ''المصباح'' کے نام سے رسائل جاری کیے، تاہم یہ سلسلہ تا دیر جاری نہ رہ سکا۔ آزاد کو فنِ خطابت میں بھی مہارت تھی۔ علاوہ ازیں انھیں مختلف زبانوں (عربی، فارسی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی) پر عبور حاصل تھا۔ ''غبارِ خاطر'' کی بدولت مولانا کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)



اندازِ تحریر کے مختلف اسالیب کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔

عہدِ حاضر میں جدید ٹیکنالوجی کے باعث ہمیں دوسروں سے رابطے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تاہم ماضی میں صورتحال اس کے برعکس تھی، رابطے کا ذریعہ انسانی سفر سے مشروط تھا جس کے باعث نہ صرف دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا بلکہ وقت کا بھی ضیاع ہوتا، اسی نوع کی دیگر کئی پریشانیاں پیغام رسانی کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بنیں۔ مکاتیب کا سلسلہ ان تمام مسائل کا تریاق قرار دیا جا سکتا ہے کیوں کہ خطوط پیغام رسانی کا نہایت اہم اور مستند ذریعہ قرار پائے۔ گزرتے وقت کی ساعتوں نے مکاتیب کی بجائے انٹرنیٹ کا راستہ دیکھا تو پھر رابطہ فاصلے کا محتاج نہ رہا۔ مکاتیب نے ہر طرح کا رنگ دیکھا اور اپنی اہمیت منوائی، تخت و تاج کی زینت میں ان کی بدولت رونق بڑھی اور یہ مکاتیب مقفّیٰ و مسجع انداز میں گردش کرتے رہے۔ غالب نے اس صنف کو مکالمہ بنا دیا اور ایسی سادہ نثر اپنائی کہ پھر مقلدین کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اس روش کو اپناتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ کئی کتابیں وجود میں آئیں اور کئی ادیبوں کے خط ادبی اہمیت اختیار کرتے گئے، انھیں میں سے ایک بڑا نام نام مولانا ابوالکلام آزاد کا ہے جنھوں نے مکاتیب کو ایک نیا رنگ دے کر قاری کے تجسّس میں اضافہ کیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب غبارِ خاطر بنیادی طور پر ان مکاتیب پر مشتمل ہے جو انھوں نے حبیب الرحمٰن خان شیروانی کو تصور میں لا کر لکھے۔ ان دنوں آزاد احمد نگر میں اسیری کے دن (۹؍ اگست ۱۹۴۲ء تا ۱۵؍ جون ۱۹۴۵ء) گزار رہے تھے، تاہم رہائی کے فوراً بعد ان خطوط کو نہایت دلچسپی سے شائع کرایا گیا، ''غبارِ خاطر'' کی بابت وہاب قیصر رقم طراز ہیں:

> ''غبارِ خاطر'' کی ادبی صنف کا تعین بڑا مشکل امر ہے۔ اگر اس کو خود کلامی سمجھیں تو بات نہیں بنتی۔ کسی کی نظر میں ایامِ اسیری میں مولانا آزاد کا ''غبارِ خاطر'' لکھنا ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔ کچھ لوگ اس کو تصنیف نہیں بلکہ ادبی تخلیق مانتے ہیں۔ کسی کے مطابق ''غبارِ خاطر'' بیک وقت ادب تاریخ اور ثقافت کا حسین دل نواز پیکر ہے۔ کوئی اس کو ان کا ادبی کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ (۲)

''غبارِ خاطر'' میں آزاد کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ شامل ہے۔ آزاد کی اسیری کے دن یقینی طور پر کٹھن ہوں گے، تاہم انھوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور اور بروقت استعمال کیا، یہی وجہ ہے کہ ان کی سوچ و فکر ایک نئے انداز سے ابھر کر سامنے آتی ہے۔ غبارِ خاطر کے قیام پاکستان سے تاحال پاک و ہند میں بے شمار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ چند ماہ میں تقریباً بیس ہزار کی تعداد کتاب کی فروخت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)



مکتوب نگاری ایسی صنف نثر ہے کہ جس نے ایک عرصے تک لوگوں کے دل و دماغ پر حکمرانی کی۔ آج جدید ٹیکنالوجی کے دور میں شاید ہمیں اس صنف کی قدر و منزلت کا اندازہ نہ ہو سکے، تاہم بیسویں صدی میں خطوط کو رابطے کا بہترین ذریعہ قرار دیا جاتا تھا۔ ایک ایسا دور کہ جس میں نہ صرف خطوط سے محبت اور خلوص کا تعلق دیکھنے کو ملتا ہے بلکہ لوگ انھیں سنبھال کے رکھتے تھے، آج بھی بڑے ادیبوں کے مزاج اور عادات و اطوار کو سمجھنے کا ذریعہ بلاشبہ خطوط ہی قرار دیے جاتے ہیں۔ غبارِ خاطر میں ۲۶ مکاتیب شامل ہیں۔ ان میں سے ایک خط گرفتاری سے قبل، ۲۰ خطوط دوران قید اور ۲ خطوط رہائی کے بعد لکھے نیز دو خطوط نواب صدر یار جنگ کے شامل ہیں جو انھوں نے مولانا ابو الکلام آزاد کو ان کی رہائی کے بعد لکھے، ان میں ایک خط منظوم صورت میں شامل ہے۔ ''غبارِ خاطر'' کے تمام مکاتیب میں آزاد نے حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کو ''صدیق مکرم'' کے نام سے مخاطب کیا ہے۔ ''غبارِ خاطر'' کے عنوان کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے:

> میر عظمت اللہ بے خبر بلگرامی، مولوی غلام علی آزاد بلگرامی کے معاصر اور ہم وطن تھے... انھوں نے ایک مختصر سا رسالہ غبارِ خاطر کے نام سے لکھا تھا یہ نام ان سے مستعار لیتا ہوں۔ (۳)

غبارِ خاطر کا عنوان اپنے نفس مضمون سے گہری مطابقت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسیری کے دوران آزاد کے اندر جذبات و احساسات کا جو طوفان برپا تھا اس کا انعکاس اس طرح کیا کہ اپنے ہم نفس و ہم ذوق کو مخاطب تصور کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیں، جبکہ اس کتاب کے صفحہ اوّل پر درج یہ شعر بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے:

مپرس تا چہ نوشت ست کلک قاصر ما
خطِ غبار من است این غبار خاطر ما

''غبارِ خاطر'' کا مقدمہ بظاہر محمد اجمل خان نے لکھا تاہم طرز نگارش اور اسلوب وہی ہے جو غبارِ خاطر کی اہم ادبی خصوصیت سمجھی گئی ہے۔ ممتاز حسین نے اس شک و شبے کا اظہار کیا ہے کہ یہ مقدمہ خود آزاد نے تحریر کیا ہے اس بارے میں انھوں نے یوں وضاحت دی:

> دیباچہ میں مولانا کی ذات گرامی کے متعلق جذبہ عقیدت کا جو وفور ہے اگر وہ نہ ہوتا تو اربابِ نظر کو یہ دھوکا ہوتا کہ نام اگرچہ اجمل خان کا ہے، کلام ابو الکلام ہی کا ہے۔ (۴)

''غبارِ خاطر'' کا اہم ترین پہلو اظہار شخصیت یا انکشاف ذات ہے، جسے آزاد نے ''دماغی پس منظر'' کا نام

ISSN: 2519-6332 (Print),  ISSN: 2708-1915 (Online)



دیا ہے۔ انھوں نے ''تذکرہ'' میں اپنی ذات کو پس پشت ڈال دیا ہے، کہیں کوئی عکس دکھائی دیتا ہے تو اس میں بھی تشبیہات واستعارات کی کثرت ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو بے نقاب نہیں کرنا چاہتے جبکہ غبارِخاطر میں ان کے شب وروز کی کہانی، اندازِفکر، جذبات واحساسات، خوشی وغم کے علاوہ عزم وحوصلہ اپنے تمام رنگوں سمیت موجود ہے:

> یہ واحد کتاب ہے جس میں مولانا آزاد کی زندگی کی دھوپ چھاؤں سے ہمیں اچھی طرح آگاہی ہوتی ہے۔(۵)

مولانا ابوالکلام آزاد کی ذاتی معروضات کا جائزہ لیں تو وہ نازک مزاج تھے۔ جلسوں میں خطاب کے باوجود انھیں ہجوم پسند نہیں تھے۔ اس کی بنیادی وجہ آزاد کی طبیعت میں نفاست کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ موضوع اور مطالب کے لحاظ سے غبارِخاطر کے مکاتیب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی قسم کے مکاتیب میں روزمرہ زندگی کے معمولات اور گردوپیش ماحول کو جزئیات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جبکہ دوسری قسم کے مکاتیب میں علمی ادبی مباحث اور فلسفیانہ رنگ شامل ہے:

> مولانا کی زندگی کا ایک بڑا حصہ قید وبند میں گزرا مگر اس بار قلعہ احمد نگر کی اسیری ہر دفعہ سے زیادہ سخت تھی کیوں کہ اس بار نہ کسی سے ملاقات کی اجازت تھی اور نہ کسی سے خط کتابت کرنے کی۔ اس لیے مولانا نے دل کا غبار نکالنے کا ایک راستہ ڈھونڈ نکالا اور خطوط لکھ کر اپنے پاس محفوظ کرنا شروع کر دیے۔(۶)

''غبارِخاطر'' میں آزاد کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو ''انفرادیت پسندی'' ہے۔ وہ روزمرہ زندگی کے معاملات میں انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے ان میں بھی اپنے لیے امتیاز کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور نکال لیتے ہیں۔ چائے کے حوالے سے خاص ذوق رکھنے کی وجہ سے ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اعلیٰ چائے کا انتخاب کریں چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں دستیاب ہو، اسے منگوانے میں کسی قسم کی غفلت نہ برتتے، اسی طرح چائے پینے کی ایک مخصوص ترتیب رکھتے تھے، مزید براں چائے اور سگریٹ کے کش اس انداز میں لیتے کہ دونوں کا بیک وقت اختتام ہوتا۔ وہ اپنی چائے نوشی کا اکثر اوقات تذکرہ بھی کرتے ہیں، ان کے نزدیک دوسرے چائے کو محض شکر اور دودھ کے لیے جب کہ وہ الگ سوچ کے تحت پیتے ہیں۔ اس کتاب میں دیگر خصائص کے علاوہ ''طنز وظرافت'' نمایاں ہے، مولانا ابوالکلام آزاد طنز میں بھی حقیقت پسندی اور ہمدردانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ وہ علم وادب کی انجمن تھے، اسی لیے ان کے ہاں مزاح میں قہقہے کی بجائے تبسم محسوس ہوتا ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print),     ISSN: 2708-1915 (Online)



مولانا ابو الکلام آزاد کے ہاں اپنی اہمیت وعظمت کا جو احساس ملتا ہے اس کا بنیادی سبب انفرادیت کا شعور ہے جو ان کے رگ و پے میں سمایا ہوا ہے، اسی لیے غبار خاطر میں وہ اپنے آپ کو ایسے پھل سے تشبیہ دیتے ہیں جو بے فصل پیدا ہو گیا ہو لیکن اسے نایاب اور گراں قیمت سمجھا جائے۔ غبارِ خاطر میں آزاد نے جس خود اعتمادی سے ''میں'' کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے انفرادیت کے نقش ثبت ہوتے ہیں اور اسی خصوصیت کی بنا پر غبارِ خاطر کو ''انانیتی ادب'' میں شمار کیا جا تا سکتا ہے۔ آزاد نے انانیتی ادب کی وضاحت یوں کی ہے:

انانیتی ادبیات سے مقصود تمام اس طرح کی خامہ فرسانیاں ہیں جن میں سے ایک مصنف کا ایگو (EGO) یعنی 'میں' نمایاں طور پر سر اٹھاتا ہے۔ (۷)

مولانا ابو الکلام آزاد کی شخصیت کا دوسرا پہلو ''خلوت پسندی'' ہے۔ وہ تنہائی سے گہری ذہنی وابستگی رکھنے کی وجہ سے خود کو تنہائی پسند کی بجائے تنہائی پرست قرار دیتے ہیں۔ وہ بچپن سے ہی مطالعہ کہ شوقین تھے اور اس شوق کی وجہ یہ بھی قرار دی جاسکتی ہے کہ سید گھرانے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے انھیں اپنے اردگرد عقیدت مندوں کا ہجوم نظر آیا تاہم وہ اپنے خاندانی مسلک سے بیزار ہوتے چلے گئے۔ آزاد کو اپنی زندگی میں ایسے رفیق کم ملے جو ان کے ساتھ حقیقی اشتراک افکار رکھتے ہوں۔ سیاسی زندگی میں مختلف جماعتوں کی طرف سے شدید مخالفت نے انھیں خلوت پسند بنادیا۔ آزاد کے ہاں خودداری اور عزت نفس کا خاص رنگ بھی ملتا ہے۔ غبارِ خاطر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مولانا آزاد انسانی زندگی کی کسی نہ کسی حقیقت کو اس سے وابستہ کردیتے ہیں۔ اور پھر ان دونوں کے مابین مماثلت تلاش کی جاتی ہے۔

فن مکتوب نگاری میں غبار خاطر کے مکاتیب خطوط نگاری کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے جبکہ ان میں مدعا نگاری بھی برائے نام ہے۔ مدعا نگاری کا عنصر اس وقت شامل ہوسکتا تھا جب مولانا ابو الکلام آزاد کو ان خطوط کے مکتوب الیہ تک فوری طور پر پہنچنے کی امید ہوتی۔ اس کے برعکس ان تک یہ تمام خطوط کتابی شکل میں شائع ہوکر پہنچے۔ خطوط نگاری میں ادب کی تخلیق لاشعوری سطح پر ہوتی ہے، کیوں کہ بیشتر حالات میں مکتوب نگار کو یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کے خطوط شائع ہوکر منظر عام پر آئیں گے۔ غبار خاطر کا معاملہ اس کے برعکس ہے اس لیے ان مکاتیب کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں جو ادبی حسن ملتا ہے وہ آزاد کے شعور وارادہ سے بے نیاز ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے جو خطوط غلام رسول مہر کے نام غبارِ خاطر کی اشاعت کے سلسلے میں لکھے ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ درستی کے لیے انتہائی محتاط رویہ اختیار کیا گیا۔ چھپائی کے ضمن میں جس دلچسپی، شوق اور اشاعت میں دیر ہونے پر اضطراب کا اظہار کیا گیا ہے اس حوالے سے مسلسل خطوط لکھ کر کتاب کے جلد از جلد شائع ہونے پر

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)



اصرار کیا ہے، اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کی اشاعت میں اجمل خان کے اصرار سے زیادہ خود مولانا کی خواہش کو دخل ہے۔غلام رسول مہر ایک خط میں لکھتے ہیں۔:

''غبارِ خاطر'' کے آخری اوراق جس کاتب نے لکھے ہیں وہ بہت ہی بدخط ہے۔
خدا کے لیے اس سے زیادہ نہ لکھوائیے... جو سب سے بہتر خوشنویس ہو اس سے
لکھوائیے اور خدارا جلدی لکھوائیے۔ (۱۱)

مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت میں جو نفاست اور قرینہ ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ وہ ہر چیز کو ایک خاص قرینے میں دیکھنے کے متمنی رہے۔انھوں نے زندگی کے بہت سے معاملات کو ایک ترتیب میں ڈھالا ہوا تھا۔ ان کے معاصرین اور دوست اس سے بخوبی واقف تھے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کی طبیعت اور مزاج میں بے ترتیبی راہ نہیں پا سکتی کیوں کہ وہ ہمیشہ کج روی سے دور رہتے۔اس کی گواہی ان کے معاصرین اور دوست بھی دیتے رہے ہیں جیسا کہ درج بالا اقتباس میں غلام رسول مہر نے مولانا ابوالکلام آزاد کے مزاج کو سمجھتے ہوئے یہ رائے دی تھی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کو اپنی یہ کتاب بے حد پسند تھی اور اس میں پائی جانے والی'' کاتبانہ تسامحات'' سے مولانا آزاد کی طبیعت یقیناً منغض ہوئی ہوگی۔

آزاد کی باقی تحریروں کی نسبت غبارِ خاطر میں جو سادگی اور بے تکلفی ملتی ہے وہ عام سطح کی نہیں بلکہ اس میں ادبی حسن اپنے مکمل جمال کے ساتھ موجود ہے۔غبارِ خاطر میں آزاد نے مکتوب نگاری کو شعوری طور پر ایک فن کی حیثیت سے برتا ہے۔ اسی لیے ان خطوط میں روزمرہ بول چال کی بجائے ادب اور شاعری کی زبان پائی جاتی ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ نے غبارِ خاطر کو خود کلامی کی ایک شکل قرار دیا ہے۔

''غبارِ خاطر'' میں مکتوب نگار کی شخصیت تو ہر جگہ، ہر رنگ میں اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔مگر مکتوب الیہ کی شخصیت کا ادھورا سا نقشہ بھی قاری کے ذہن میں نہیں بن پاتا۔آزاد نے ان مکاتیب میں جس طرح علمی و ادبی زبان اور اشعار کا استعمال کیا ہے اس سے محض یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا مخاطب ایک ایسا شخص ہے جو علم و ادب اور شعر و شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتا ہے۔جبکہ نواب صاحب کی شخصیت کا کوئی نقش نہیں ابھرتا۔اسی طرح ان کی زندگی کے کسی واقعے یا آزاد اور انکے باہمی تعلقات کی نوعیت پر روشنی نہیں پڑتی۔ یہ مکاتیب طوالت کی بنا پر خطوط نویسی کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے۔آخری مکتوب ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔حقیت یہ ہے کہ غبار خاطر میں آزاد نے محض خطوط نہیں لکھے بلکہ ان کے ذوق خامہ فرسا نے درازنفسی کے بہانے ڈھونڈے۔:

اگر جسم میں میں روح بولتی ہے اور لفظ میں معنی ابھرتا ہے، تو حقائق ہستی کے

ISSN: 2519-6332 (Print),    ISSN: 2708-1915 (Online)



اجسام بھی اپنے اندر کوئی روحِ معنی رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ معمۂ ہستی کے بے جان اور بے معنی جسم میں صرف اسی ایک حل سے روحِ معنی پیدا ہوسکتی ہے، ہمیں مجبور کر دیتی ہے کہ ہم اس حل کو حل تسلیم کر لیں۔(۹)

غبارِ خاطر میں مختلف اصنافِ سخن کی جھلکیاں ملتی ہیں لیکن اسے مکمل طور پر کسی صنفِ سخن سے وابستہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے مکاتیب محض اس حد تک خطوط نگاری کے طور پر شمار کیے جاسکتے ہیں کہ آزاد نے تاریخ میں اپنا نام لکھا ہے یا کہیں کہیں خطابیہ انداز اختیار کیا ہے۔ اسکے علاوہ ان تحریروں میں ایک بھی ایسی خصوصیت نہیں کہ جس کی بنا پر ان انھیں مکاتیب کے زمرے میں شامل کیا جاسکے۔ آزاد نے خود بھی غبارِ خاطر میں کئی بار ان تحریروں کو ''افسانہ سرائی'' قرار دیا۔ یہاں تک کہ غبارِ خاطر کا تعارف مکاتیب کی بجائے تحریروں سے کروایا:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے حالت اسیری میں قلم ہاتھ میں لے کر اپنے حافظے میں محفوظ واقعات اور مشاہدات کو سپرد قرطاس کیا ہے اور ساتھ ہی اپنی علمیت، عقائد، افکار اور نظریات کا اظہار بھی کیا ہے۔(۱۰)

خطوط نگاری میں مکالمہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، ہم جس شخصیت سے بات چیت کا آغاز کریں، اس سے بے تکلفانہ انداز اس طرح اپناتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہی انداز نہ صرف مکتوب میں رنگ بھرتا ہے بلکہ بات سے بات بڑھانے کا ذریعہ بھی بنتا ہے تاہم آزاد کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ اپنے مخاطب کو ''صدیق مکرم'' کو مخاطب کہ کر خود اپنے ہی خیالات وتصورات کی دنیا میں کچھ اس طرح گم ہوجاتے ہیں کہ انھیں یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ وہ کسی سے مخاطب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں مکتوبات الیہ کی شخصیت کا کوئی واضح عکس نہیں ملتا اور آزاد کہیں کہیں ''آپ کو معلوم ہے'' یا ''آپ جانتے ہیں'' کے الفاظ استعمال نہ کریں تو قاری کو یہ خبر ہی نہ ہو کہ وہ کس سے مخاطب ہیں۔ بعض مکاتیب ایسے بھی ہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے ''صدیق مکرم'' لکھ کر آغاز تو کر دیا، لیکن پورے خط میں ایک بار بھی انھیں مخاطب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی:

''غبارِ خاطر'' مولانا آزاد مرحوم کی سب سے آخری تصنیف ہے، جو ان کی زندگی میں شائع ہوئی۔ کہنے کو تو یہ خطوط کا مجموعہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو ایک کو چھوڑ کر ان میں سے مکتوب کی صفت کسی میں نہیں پائی جاتی۔ یہ دراصل چند متفرق مضامین ہیں جنھیں خطوط کی شکل دے دی گئی۔(۱۱)

خطوط میں نوعیت کے اعتبار سے موضوعات کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ گھریلو زندگی کے بارے میں بات ہو یا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)



عملی زندگی سے متعلق بات کی جا رہی ہو، مقصد پیغام رسانی ہے تاہم یہ لکھنے والے کی خوبی ہے کہ وہ اپنا مدعا کس انداز سے بیان کرتا ہے۔ عام طور پر خط کا کوئی مخصوص موضوع نہیں ہوتا لیکن ''غبارِ خاطر'' اکثر مکاتیب ایسے ہیں جن میں کسی ایک مخصوص موضوع ہی کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، جبکہ بعض اوقات یہ صورت بھی نظر آتی ہے کہ وہ کسی موضوع کو ادھورا چھوڑ کر مکتوب کا اختتام کر دیتے ہیں۔ اور پھر اگلی صبح دوسرا خط لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ موضوعاتی خطوط نویسی کی بنا پر انھوں نے اپنے چند مکاتیب کے عنوان بھی لکھے مثلاً:

۱۔ داستان بے ستون و کوہکن

۲۔ حکایت بادہ و تریاک

۳۔ حکایت زاغ و بلبل

۴۔ چڑیا چڑے کی کہانی

ابوالکلام آزاد نے نظم و نثر کی طرح مکاتیب میں بھی ایک الگ انداز اپنایا اسی وجہ سے ان کے خطوط جدت اور سلاست کا حسین امتزاج قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ ان کی تحریر میں خطابت کا انداز نمایاں ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی فہم و فراست اور علمیت کا ایک زمانہ قائل تھا۔ انھوں نے ہمیشہ وضع داری اور شائستگی کی پابندی کی، جب کہ قومی زندگی اور ثقافت کو ہمیشہ مقدم رکھا۔

''غبارِ خاطر'' میں عام زبان استعمال نہیں کی گئی، اسلوب میں جو شاعرانہ دلکشی ملتی ہے، اس کے لیے آزاد نے ''سقہ منثور'' کی ترکیب استعمال کی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ آزاد نے نثر کو شعر کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا اسلوب رومانوی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم جب اردو ادب کی رومانوی تحریک کا کا جائزہ لیں تو اس میں آزاد کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔ آزاد عربی اور فارسی اسلوب سے متاثر نظر آتے ہیں، اسی لیے ان کے ہاں ان زبانوں کی تراکیب زیادہ استعمال کی گئی ہیں۔ ان کا تعلق عرب خاندان سے تھا، اس لیے مادری زبان عربی تھی جب کہ انھوں نے فارسی زبان ہندوستان میں حکمرانوں کی زبان تھی اس لیے وہ زبان سے مانوس ہوئے۔ ''الہلال''، ''البلاغ'' اور ''ترجمان القرآن'' میں ان دونوں زبانوں کی آمیزش ہے۔ تاہم ''غبارِ خاطر'' کا اسلوب یکسر منفرد نظر آتا ہے۔

وہ اپنے مکاتیب میں قرآنی آیات اور عربی و فارسی اشعار کا بھی استعمال بکثرت و برمحل کرتے ہیں اور یہی چیز ان کے اسلوب کا خاصا قرار پاتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد انگریزی اور فرانسیسی زبان میں بھی ماہر تھے۔ اس لیے ان کے ہاں اصطلاحات کی کثرت ہے جیسے ''جرنلسٹ'' کے لیے انھوں نے اردو مین لفظ ''صحافی'' کا استعمال

کیا اور یہی لفظ آج بھی مستعمل ہے، اسی طرح سائنسی حوالے سے کئی اصطلاحات بیان کیں جو اپنی جگہ بھرپور معنویت کی حامل ہیں۔ ''غبارِ خاطر'' میں سائنسی و علمی دونوں طرح کی اصطلاحات ملتی ہیں۔ انھوں نے اپنے چند خطوط میں ذکر کیا کہ کس طرح عربی اصطلاحات یورپی زبانوں میں منتقل ہوئیں، مثال کے طور پر عربی میں مٹی کے تیل کے لیے لفظ ''نفط'' استعمال کیا جاتا ہے۔ یورپ میں Nephta اور Nephthine کے نام سے اصطلاحات موجود ہیں۔ عربی کی اصطلاح ''عالمہ'' کے بارے میں انھوں نے وضاحت کی کہ مصر میں یہ لفظ ''مغنیہ'' کے لیے مستعمل ہے۔ بے شمار الفاظ و تراکیب سے جہاں مولانا کی علمیت کے بارے میں واقفیت ملتی ہے، وہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ علمی اصطلاحات اور تدوین کے حوالے سے حسّاس تھے نیز ان کی تحریروں میں غور و فکر نظر آتا ہے۔

انھوں نے فلسفہ، تصوف، معاشرتی مسائل، قدرتی مناظر، شعر و ادب اور مذہبی موضوعات پہ قلم اٹھا کر ان خطوط کا دائرۂ کار کسی ایک سمت تک محدود نہیں رکھا۔ اسی طرح موسمی اثرات اور قدرتی مناظر سے مکاتیب میں دل کشی و رعنائی پیدا ہوتی ہے۔ ''غبارِ خاطر'' میں ادبی شان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں سیاست کا براہِ راست تذکرہ شامل نہیں بلکہ اس موضوع پر کہیں کہیں برائے نام بات کی گئی ہے۔

آزاد سادہ اور آسان انداز اپنانے کی بجائے کئی موقعوں پر تکلف طرزِ تحریر اختیار کرتے ہیں۔ غبارِ خاطر میں شاعرانہ نثر میں فارسی تراکیب اس طرح بکھری ہوئی ہیں کہ گویا کسی نے مخملیں فرش پر جی بھر کے پھولوں کی پتیاں نچھاور کر دی ہوں۔ ان تراکیب میں ایک ترنم، نغمگی، اور آہنگ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جبکہ ایسا صوتی حسن بھی موجود ہے کہ جس سے مطلب سمجھے بغیر لطف اندوز ہو سکتے ہیں:

> ان کی عادت تھی کہ عبارت میں ایجاز پیدا کرنے کے لیے لکھتے تھے اور نظرِ ثانی سے پہلے ہی کاٹتے چلے جاتے تھے، لفظوں اور خیالوں کو تولتے تھے اور ایک عدیم النظیر صناع کی طرح انھیں موزوں ترین مقامات پر جڑ دیتے تھے۔[۱۲]

''غبارِ خاطر'' سادہ اندازِ تحریر کے باوجود صنعت کاری کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس میں تشبیہات و استعارات اور برمحل اشعار بکثرت ہیں۔ مکاتیب کی ایک اور خصوصیت مصورانہ تصویر کشی ہے۔ آزاد نے بعض مناظر اتنی مہارت سے پیش کیے ہیں کہ ان کے قلم پر کسی مصور کے موقلم کا گماں ہوتا ہے نیز بیانیہ انداز کی بدولت کہانی کا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ بعض مکاتیب پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی داستاں یا کہانی بیان کی گئی ہو۔ ''غبارِ خاطر'' میں رومانوی مزاج، جذبات اور تخیل کی بدولت ایک الگ دنیا کی تخلیق ہوتی ہے جب کہ یہ سارا عمل خلوت کے تابع ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ نظر بند ہونے کے بعد انھیں تنہائی کے احساس نے شدت سے آن گھیرا، ان کی زندگی کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)



بڑا حصہ قید خانے کی نذر ہوا جس کا اظہار ان کی تحریروں میں بھی ملتا ہے۔ انہیں اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ زندگی ایک بار ملتی ہے، ایک عام انسان مختلف طرح کی زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے اس کے برعکس وہ خود کو دیکھیں تو ان کی زندگی جیل کے اندر اور باہر تک دو حصوں میں منقسم ہے۔ مولانا اپنی میلانِ طبع اور مدِ مقابل کی علمی بصیرت اور ذہنی استعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خطوط لکھا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ''غبارِ خاطر'' کے مکاتیب سجی سنوری اردو نثر کا حسین امتزاج محسوس ہوتے ہیں۔ ماہر القادری نے کچھ ان الفاظ میں نثرِ آزاد کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

> ابوالکلام کی نثر کی میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انتہائی مربوط ہوتی ہے۔ ایک لفظ بھی ادھر سے اُدھر نہیں کیا جا سکتا۔ فعل، متعلقات، مبتدا، خبر سب میں ایک خاص معنوی ترتیب ہوتی ہے۔ اور ہر ٹکڑا اپنی جگہ پر پہاڑ کی حیثیت رکھتا ہے جس کو کسی طرح بھی ہٹایا نہیں جا سکتا۔ (۱۳)

''غبارِ خاطر'' میں افسانوی اور تاثراتی انداز ملتا ہے۔ اس کے مکاتیب ایک مخصوص موضوع پر نہیں لکھے گئے بلکہ یہ آزاد کے فکری تنوع کو پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ذہن کے مختلف گوشوں کی نقاب کشائی کے لیے متنوع لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ مولانا کا اسلوب اپنے موضوع کے اعتبار سے ہمیشہ بدلتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں تکثیریت پائی جاتی ہے جب کہ تحریروں میں انانیت کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنے دور کے تمام علمی رجحانات سے نہ صرف واقف تھے بلکہ انھوں نے خود کو کئی معاملات میں منقسم کر رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں مختلف اصناف سخن (انشائیہ، آپ بیتی اور مضمون نگاری) کا رنگ صاف نظر آتا ہے۔ غبارِ خاطر شامل دیگر مکاتیب کے بہ لحاظ موضوع عنوانات دیے جا سکتے ہیں۔

خطوط عام طور پر مختصر ہوتے ہیں لیکن مولانا ابوالکلام آزاد کے اکثر مکاتیب حقیقت میں موجود انفرادیت کی طرح اپنے اندر ان معنوں میں انفرادیت رکھتے ہیں کہ دوسری ادبی تصانیف کے برعکس انھیں کسی ایک صنف سخن کا نام نہیں دیا جا سکتا، ادب کی کسی خاص صنف سے غبارِ خاطر کا موازنہ کرتے ہوئے اس کے مقام و مرتبے کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ موضوعی و فنی لحاظ سے تمام اصناف سخن میں یہ اپنی نوع کی منفرد کتاب قرار دی جا سکتی ہے۔ اردو زبان میں خطوط کے کئی مجموعے شائع ہوئے لیکن غالب کے خطوط ''اردوے معلیٰ'' اور ''عودِ ہندی'' جب کہ ابوالکلام آزاد کا مجموعہ ''غبارِ خاطر'' اپنے اندازِ تحریر میں انفرادیت کے باوجود آج بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان دونوں کے ہاں بات سے بات نکالنے کا ہنر موجود ہے۔ مولانا کی زندگی میں ہمہ گیریت تھی اسی لیے ان کے مکاتیب میں جو معاملات اور دلائل پائے جاتے ہیں وہ کیفیت غالب کے ہاں نہیں۔ غالب اپنے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)



حلقۂ احباب کا لازمی طور پر ذکر شامل کرتے ہیں جس سے ان کے باہمی تعلق کی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب کہ مولانا کے خطوط صرف ایک ہستی کے گرد گھومتے ہیں، اسی طرح غالب نے گھر بیٹھ کر خطوط لکھے جب کہ مولانا کے قید میں لکھے ایسے خطوط ہیں کہ جو مکتوب الیہ تک پہنچتے ہی نہیں تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے عہد کے ایک نامور ادیب اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سقہ اور بے مثل خطیب کی حیثیت سے بھی جانے جاتے تھے۔ خطیب اپنے خطاب میں لہو کو گرماتا ہے اور لوگوں کے جذبات میں ہیجانی کیفیت کو پروان چڑھا کر مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح نثر کا کام ہیجان پیدا کرنے کے بجائے فکر کو مہمیز دینا ہوتا ہے۔ غبارِ خاطر کی نثر سے بھی یہی توقع رکھی جا سکتی تھی کہ اس میں خطابت کا رنگ حاوی ہو، تاہم اس تصنیف میں نثر کچھ اس ماہیت اور آہنگ کے ساتھ موجود ہے کہ خطیبانہ رنگ فقط دلچسپی کے عنصر کو بڑھانے اور قرأت میں ربط پیدا کرنے کے لیے برتا گیا۔ غبارِ خاطر کی نثر ہیجان پیدا نہیں کرتی بلکہ قاری کی تفکر کی طرف مائل کرتے ہیں، جو کہ کسی بھی نثر نگار کی کامیابی کا ثبوت ہے۔ لگ بھگ پون صدی تک زندہ رہ جانے والی اس کتاب میں اسلوبی اور فکری سطح پر وہ رچاؤ اور بوقلمونی ہے کہ یہ اردو زبان اور ادب کے وجود کے ساتھ ہی اپنا وجود اور وقار برقرار رکھے گی۔

## حواشی

۱۔ ابوالکلام آزاد، ''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی''، (نئی دہلی: حالی پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۸ء)، ص ۲۱۲

۲۔ ڈاکٹر وہاب قیصر، ''غبارِ خاطر میں سائنسی عناصر''، ماہنامہ ''سائنس''، نئی دہلی، نومبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۹

۳۔ ابوالکلام آزاد، ''دیباچہ''، مشمولہ ''غبارِ خاطر''، (لاہور: داتا پبلشرز، ۱۹۷۹ء)، ص ۲۱

۴۔ ممتاز حسین، ''غبارِ خاطر پر اک نظر''، مشمولہ ''قومی زبان''، ۱۵/اکتوبر ۱۹۴۹ء، (کراچی: انجمن ترقیٔ اردو پاکستان)، ص ۲۱

۵۔ عبدالقوی دسنوی، ''ابوالکلام آزاد وادیٔ شاعری میں'' مشمولہ ''روحِ ادب''، کلکتہ، شمارہ ۲۵، جلد ۶، اپریل تا جون ۱۹۹۰ء، ص ۱۷۲

۶۔ ابوالحسن علی ندوی، ''مولانا آزاد کی شخصیت؛ ایک ہشت پہلو ہیرا''، مشمولہ ''روحِ ادب''، ایضاً ص ۹

۷۔ ابوالکلام آزاد، ''غبارِ خاطر''، ص ۱۹۷

۸۔ غلام رسول مہر، مکتوب بنام ابوالکلام آزاد، مشمولہ ''روحِ ادب''، محولۂ بالا، ص ۳۲۱

۹۔ ابوالکلام آزاد، ''غبارِ خاطر''، ص ۱۲۸

۱۰۔ عبداللہ بٹ (مرتب)، ''ابوالکلام آزاد''، (لاہور: قومی کتب خانہ، ۲۰۰۰ء)، ص ۹۹

۱۱۔ غلام رسول مہر، ''نقشِ آزاد''، (لاہور: عملی پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۸ء)، ص ۱۸۸

۱۲۔ ابوالکلام آزاد، ''غبارِ خاطر''، ص ۲۲۵

۱۳۔ ماہر القادری، ''اردو ادب اور ابوالکلام آزاد''، مشمولہ ''مولانا ابوالکلام آزاد؛ ایک مطالعہ''، مرتبہ: ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری،

ISSN: 2519-6332 (Print),    ISSN: 2708-1915 (Online)



(کراچی: مکتبۂ اسلوب، ۱۹۸۶ء) ص ۱۲۳

## مآخذ


۱۔ آزاد، ابوالکلام، ''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی''، نئی دہلی: حالی پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۸ء

۲۔ ______، ''دیباچہ'' مشمولہ ''غبارِ خاطر''، لاہور: داتا پبلشرز، ۱۹۷۹ء

۳۔ ______، ''غبارِ خاطر''، ______

۴۔ القادری، ماہر، ''اردو ادب اور ابوالکلام آزاد''، مشمولہ ''مولانا ابوالکلام آزاد؛ ایک مطالعہ''، مرتبہ: ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری، کراچی: مکتبۂ اسلوب، ۱۹۸۶ء

۵۔ بٹ، عبداللہ (مرتب)، ''ابوالکلام آزاد''، لاہور: قومی کتب خانہ، ۲۰۰۰ء

۶۔ مہر، غلام رسول، ''نقشِ آزاد''، لاہور: عملی پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۸ء


## جرائد


۱۔ ''روحِ ادب''، کلکتہ، شمارہ ۲۵، جلد ۶، اپریل تا جون ۱۹۹۰ء

۲۔ ''سائنس'' (ماہ نامہ)، نئی دہلی، نومبر ۲۰۰۹ء

۳۔ ''قومی زبان''، ۱۵/اکتوبر ۱۹۴۹ء، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان